2

حماسۂ چہلم سید الشہداء علیہ السلام

پروان چڑھتی ہوئی رسم

علی حسینی

پیشکش: حیاتِ طیّبہ (جدید اسلامی تمدّن کا احیاء)

بسم الله الرحمن الرحیم

عظمت چہلمِ حسینیؑ:

عصمت اور پاکیزگی کے مقام پر فائز ایک انتہائی بڑی اور عظیم شخصیت امام حسین بن علی علیہما السلام نے کربلا میں تاریخ کے آئینہ پر ایسے حقائق ثبت کیے ہیں جو انتہائی عظیم ہیں۔ایسے حقائق جو امام صادقؑ جیسی معصوم ہستیوں کے لیے قابل فہم ہیں۔آئمہ طاہرینؑ نے امام حسینؑ کی زیارت کے ذریعے امام حسینؑ کی اس تحریک کی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ہم امام حسینؑ کے عمل اوران ائمہؑ سے نقل کی گئی ان زیارتوں کے ذریعے، جو امام حسینؑ کی تحریک کو بیان کرتی ہیں، سید الشہداءؑ کے عظیم کام کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں اور زیارتِ اربعین کی تصدیق کرتے ہیں۔اس بات پر خداوند کے شکرگزار ہیں۔

کس طرح بیان کیا جائے کہ ہم حضرت سید الشہداءؑ کی، چہلم کی زیارت میں کس عظیم رسم اور خاص ثقافت سے روبرو ہیں کہ جسے صحیح درک کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

وہ تمام افراد جو اپنے زمانے کی گمراہ ثقافت سے جان چھڑانے کی کشمکش اور جدوجہد میں مصروف ہیں اور مغربی تفکر کے متبادل افکار کے ذریعے دوسرے انسانوں سے رشتہ استوار کرنا چاہتے ہیں، تو وہ لازمی طور پر چہلم امام حسینؑ کی ثقافت کو مدنظر قرار دیں۔

چہلم حسینیؑ نے یہ دکھا دیا ہے کہ حسینی حکمت میں شکست کوئی معنی نہیں رکھتی اور استحکام اور بقاء اس حکمت کے اصلی عناصر ہیں۔حتی یزید کے دربار میں کربلا کے زندہ رہنے کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔جبکہ تاریخ میں اس عاشورا کے فوراً بعد ہم ایک انتہائی عظیم اور روشن اور اسرار سے بھرے نمونے، یعنی کربلا کے شہداء کے چہلم کو دیکھتے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان حیرت کے ہاتھوں سمجھنے سے قاصر ہے کہ کس طرح اس ظالمانہ قتل و غارت کو ابھی چالیس دن نہیں گزرے اور ابھی تک کوفہ اور شام کے در و دیوار سے حسین ابن علیؑ پر فتح کی خوشیوں اور شادمانیوں کی آواز تھمتی نہیں ہے کہ شہداءِ کربلا کا چہلم برپا ہو جاتا ہے۔ صرف چالیس دنوں میں عاشوراء کے دن امام حسینؑ کی بلند ہوئی آواز تمام اسلامی شہروں میں رہنے والے انسانوں کو اپنے زیرِ اثر لے آتی ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری اور عطیہ کے کربلا آنے کی روایت کوئی حادثاتی واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک ثقافت ہے جس کے لئے تاریخ میں ان دو ہستیوں کا واقعہ بطور مثال ذکر ہوا ہے۔

چہلم حسینی کے ثمرات:

بیدار دل شیعوں کی ایسی رسم ہے جو زمانے کے گزرنے پر ان کی امام حسینؑ سے وفاداری کو ختم نہیں کر سکتی۔ لہٰذا جو صحیح معنوں میں مومن ہے وہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ مجسم حقیقت یعنی ابا عبداللہ کا مومن نہ ہو اور جو ہمیشہ حق کی یاد میں ہو گا، ہمیشہ اسی مجسم حقیقت کی یاد میں رہے گا، چاہے زمانے کا شور شرابہ حق کے علاوہ کسی بھی چیز کو چاہ رہا ہو۔ زمانے کے شور شرابے اور یزیدی تشہیراتی مہم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا ہے کہ سید الشہداءؑ کو لوگوں کے دلوں اور ذہنوں سے مٹا دے۔ ان کا سارا زور اور تگ و دو اسی لیے تھی کہ ذہنوں کو سید الشہداءؑ کی یاد سے ہٹا دیا جائے لیکن چہلم نے جو مومن کی نشانیوں میں سے شمار ہوتا ہے، یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسی آسمان تلے ایسے افراد موجود ہیں جنہیں زمانے کا شور شرابہ اور ہنگامہ حقیقتِ مجسم یعنی امام معصومؑ کی وفاداری سے غافل نہیں کر سکتا۔ اور چہلم کی رسم ایسے انسانوں کی رسم ہے جو یزیدی حکومت کی اسیر نہیں ہوئی اور کفریہ نظام کی تشہیراتی مہم کے زیر اثر اس عہد سے جو انہوں نے حق کے ساتھ باندھا ہے، ہاتھ نہیں کھینچا۔

چہلم، مومنوں کے عہد کا تسلسل:

امام حسینؑ سالم دلوں کے مرکز اور حق وسچائی کی طرف متوجہ نفوس کی وجہ سے، نہ وقت کے بیتنے سے کسی قسم کا اثر لیتے ہیں اور نہ ہی تاریخ میں گم ہو سکتے ہیں۔ وہ لوگ جو حسینیؑ رنگ کو بے رنگ کرنا چاہتے ہیں، اور وہ جنہوں نے امام حسینؑ کو بھلا دیا ہے، ان میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہے۔ یہ جو امام حسن عسکریؑ نے فرمایا ہے: چہلم کی زیارت، ایمان کی نشانیوں میں سے ایک ہے، یعنی چہلم مومن کے امام حسینؑ کے ساتھ عہد کا تسلسل ہے، جو اسلام کا عملی نمونہ ہیں۔ اور ہر اس انسان کے دل کا مرکز ہیں جو ایک فعال اور زندہ دل کا آرزومند ہے۔ گو کہ ظالم حکمران اپنی پوری کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ امامؑ کے ساتھ اس عہد و پیمان اور وفاداری کو ختم کر ڈالیں۔ مومن ایمان کی ایسی دنیا اور روحانی حالت میں ہوتا ہے کہ کسی بھی قسم کے حالات اور شرائط اسے اپنی حالت سے باہر نہیں نکال سکتے اور دراصل چہلم اور چہلم کی زیارت اس ایمانی حالت کو مزید مستحکم کرتی ہے۔

یہ ایک عمومی اصول ہے کہ ظالم کبھی بھی اسلام کی حقانیت اور سچائی کو تحمل نہیں کرتے اور کوشش کرتے ہیں کہ دین کے حقیقی مظاہر کو محو اور نابود کر دیں۔ وہ ہمیشہ تشہیری مہم، شور شرابے، قتل و غارت اور الزامات کے ذریعے حق کو معاشرے اور افکار سے محو کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ صرف چہلم کی معرفت رکھنے والے شیعہ ہیں جو اس شور شرابے کے زیر اثر نہیں آتے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری کی شخصیت ہمارے لیے اسی لیے انتہائی احترام اور قدر و قیمت کی حامل ہے کیونکہ ان کی وجہ سے چہلم کی رسم پڑی ہے اور یہ رسم ہمارے لیے محبت آمیز ہے کیونکہ جابر کے اس عظیم عمل کی وجہ سے شیعہ ہمیشہ سے چہلم کی برکات سے فائدہ مند ہو رہے ہیں۔

ایک چیز ناقابل فراموش ہے کہ عاشورا کے دلخراش واقعے کے بعد امام حسینؑ کے خلاف باغی ہونے کا ایسا پروپیگنڈا کیا گیا تھا، اور اسلامی مملکت میں ایسی دہشت قائم کر دی گئی تھی کہ کسی

میں جرأت نہ رہی تھی امام حسینؑ کا نام تک لے۔ یوں اس دہشت اور تشہیراتی مہم کے ذریعے رسم حسینیؑ اور سنت محمدیؐ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا اہتمام کیا گیا تا کہ یزیدی آسانی سے اپنے منصوبوں پر عمل پیرا ہوں۔ ان حالات کو اگر سامنے رکھیں تو اس وقت پتا چلتا ہے کہ چہلم حسینیؑ کا برپا کرنا کتنی اہمیت کا حامل تھا۔ درحقیقت چہلم کی وجہ سے دشمن کے سارے منصوبے خاک میں ملے ہیں۔ اسی طرح تاریخ کے اس پر طلاطم دور میں چار سو سالہ سیکولر افکار کی حاکمیت بھی شیعوں کے چہلم کی نمائش آج کے ظالموں کی مکاریوں کو ملیا میٹ کر رہی ہے۔

عصر حاضر کی تاریخ میں چہلم کی جو یہ حرکت شروع ہوئی ہے اسے محدود نظر سے نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ اس بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ عمل ایک عوامی عمل ہونے کے ساتھ ساتھ ایسا عمل ہے جس کی رغبت خداوند متعال نے لوگوں کے دلوں میں ڈالی ہے اور ہر ایک آج کی تاریخ میں جس قدر اپنے آپ کو ارادہ الٰہی کے ساتھ منسلک کرنا چاہے اس عمل میں شریک ہو رہا ہے۔ پس عصر حاضر کی تاریخ میں گذشتہ سے پیوستہ چہلم کی تاریخی حیثیت اسی طرح سے ہے جو مذکورہ بالا سطور میں پیش کی گئی ہے۔ چہلم کی رسم میں جیسا کہ ہماری روایات میں بھی ذکر ہوا ہے اس قسم کی توانائی اور طاقت پوشیدہ ہے اور اس تاریخی کردار کی پیش بندی بھی کی گئی ہے جس کا آگے چل کر ذکر کریں گے۔

اس وقت جو بات قابل غور ہے چہلم کی رسم کی صحیح فہم ہے اور اس کے تسلسل کی شرط، اسلامی تہذیب اور تمدن کو محقق کرنا ہے و گرنہ صرف ایک انفرادی عبادت کے طور پر بغیر عالم اسلام کے تاریخی وجود اور آج کے عالمی حالات کو مدنظر رکھے اس عمل کی بجا آوری اس کے جوش وخروش کو بے رونق کر ڈالے گا۔

اس وقت بظاہر جو محسوس ہو رہا ہے وہ یہ کہ ایرنی اور عراقی عوام اس پہلو کی طرف پوری طرح متوجہ ہیں کہ چہلم کی اس رسم کے ذریعے تاریخی کردار ادا کریں۔ حتی عراقی افراد یہ کہہ رہے ہیں چہلم کے سلسلے میں عراقی عوام ایک خاص قوم ہیں، گویا کہ اس طرف متوجہ ہیں کہ ان شرائط میں

جدید اسلامی تمدن کا احیاء

کتنا اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ اس عمل کو ایک خدائی عمل اور تاریخی ذمہ داری کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ جبکہ آہستہ آہستہ دوسری اقوام دنیا بھر سے اس الٰہی تحفے کی طرف ہر گزرتے سال کے ہمراہ زیادہ سے زیادہ متوجہ ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر پاکستانی اور اردو بولنے والے اس وقت دنیا بھر سے جوق در جوق اس عمل میں پرجوش انداز میں شریک ہو رہے ہیں۔

یوں یہ حرکت جو چہلم سے شروع ہوئی ہے اس نوعیت کی ہے کہ شیعوں کو عالمی سطح پر اہم کردار اور ذمہ داری سونپنے کا باعث بن رہی ہے اور ساتھ ہی استکباری ثقافت سے عبور کر کے اسلامی تہذیب و تمدن کو وجود میں لانے کی بھی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ عالم اسلام اس وقت مغربی نشاۃ ثانیہ کے چار سو سال بعد اس مقام پر آ چکا ہے کہ اب اپنی بسر اوقات کے لیے مغربی جدیدیت والے ثقافتی منصوبوں سے امیدیں وابستہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اپنے اسلامی افکار و نظریات کے ساتھ کھل کر سامنے آ گیا ہے اور عالمی استکبار اور دقیانوسیّت کے زور اور دباؤ کے باوجود اپنے عمل میں نتیجہ حاصل کرنے تک مصروف عمل رہے گا۔

عصر حاضر وہ تاریخی دور ہے جہاں اقوام جدیدیت کی ثقافت اپنانے پر دوبارہ سے غور کرنے اور تجدید نظر میں مصروف ہیں وہ ثقافت جس نے انسان اور دنیا کو سیکولر افکار سے مزین کر رکھا ہے۔ ان حالات میں چہلم تمام اقوام کے لیے ایک تاریخی یاد دہانی ہے تا کہ ان حالات میں اپنے اور خداوند اور اس کے انبیا کے راستے کے ساتھ رابطے کی سمت کو متعین کریں۔

کربلا، محرکِ انقلابِ اسلامی:

ایران میں آنے والا اسلامی انقلاب بھی چہلم کی رسم کی برکتوں کا مرہون منت ہے۔ پانچ جون 1963 میں جب راتوں رات امام خمینیؒ کو شاہ کی پولیس گرفتار کر کے لے جاتی ہے تو اگلے ہی دن ایرانی عوام سڑکوں پر احتجاج کے لیے بغیر خوف کے نکل کھڑی ہوتی ہے۔ اس وقت کا فوجی جنرل فردوست اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے کہ: ”اس روز اتنے لوگ باہر آ گئے تھے اور ہم

نے اتنی زیادہ قتل وغارت کی تھی کہ ہم خود ڈر گئے تھے۔'' تاریخ گواہ ہے کہ حضرت معصومہؑ کے حرم کے اندر سٹین گنیں لگا کر بے تحاشا بے گناہ لوگوں کا قتل عام کیا گیا تھا۔شاہ اپنے حساب کتاب سے یہ سمجھ رہا تھا کہ جب امام خمینیؒ کو جلاوطن کردے گا اوران کے وفاداروں کوموت کے گھاٹ اتار دے گا تو باقی عوام ہمیشہ کے لیے امامؒ اور انقلاب سے وفاداری سے ہاتھ کھینچ لیں گے۔لہٰذا اپنے انہی خیالات کی بنا پر وہ سب کچھ کر بیٹھا۔امام خمینیؒ کو چالیس روز جیل میں رکھنے کے بعد آزادی دی گئی اورتہران کے قریب داودیہ نامی دیہات میں بھیج دیا گیا۔دراصل اس دیہات میں جلاوطن کردیا گیا۔تاریخ گواہ ہے کہ اتنے لوگ امامؒ سے ملنے کے لیے آنے جانے لگے کہ داوودیہ جانے والی سڑک گاڑیوں سے اٹ گئی۔ یہ کیسا شعور اورکیسی رسم ہے کہ اتنے لوگوں کی موت اورقتل وغارت کے باوجود بھی لوگ امام خمینیؒ کی ملاقات کے لیے چل پڑتے ہیں۔امام کے وفاداراورشہنشاہی حکومت کے رعب و دبدبہ سے آزاد افراد کی شجاعانہ حاضری نے شاہ کی تمام مکاریوں کوبے اثر کرکے رکھ دیا۔بعد میں امام کوقیطریہ اور پھر قم واپس بھیج دیا گیا۔

کربلا وانقلابِ اسلامی (ایران) میں پائی جانے والی شباہتیں

اگرکربلا کی تحریک اورامام خمینیؒ کی تحریک کا بغورمطالعہ کریں توان دونوں تحریکوں میں بےشمارمشابہتیں نظرآتی ہیں۔یعنی اسلامی انقلاب،اسی حسینیؒ حکمت اورثقافت کے ساتھ وجود میں آیااوراسی ثقافت کے ہمراہ بغیرکسی رکاوٹ کے تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتارہااورتاریخ رقم کرتا رہا۔تقریباً تیرہ محرم کوامام حسینؑ کی شہادت کی خبرمدینہ پہنچتی ہے۔اموی مدینہ میں تمام بنی ہاشم کے گھروں کومسمارکرڈالتے ہیں۔ یوں بنی ہاشم کو تاریخ میں محو کرنے کی مکمل تیاری کرلی جاتی ہے۔اسی اثناء میں جابربن عبداللہ انصاری اپنے ساتھی عطیہ کے ساتھ یزیدی نظام کی اس دہشت اوررعب و دبدبہ سے مرعوب ہوئے بغیرکربلا کی طرف چل پڑتے ہیں تاکہ ثابت کریں کہ امام حسینؑ سے وفاداری اورایمانی روح اس قسم کی دہشت اوررعب کوذرا بھراہمیت نہیں دیتی اوریہ

وفاداری وقت کے گزرنے سے ماند بھی نہیں پڑے گی جسے یزیدی نہ سمجھ پائے تھے۔ امامؑ اور دین سے وفاداری پر تجدد اور روشن فکری کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، بلکہ مومن کے قلب میں حق اور سچائی ہمیشہ حی اور حاضر ہونی چاہیے۔ یوں جابر نے دینی تعلیمات کی روشنی میں چہلم کی رسم کی بنیاد ڈالی اور رہتی دنیا تک کربلائی ثقافت، چہلم کی رسم کے ہمراہ پورے عالم کی پرورش کرتی رہے گی اور حسینی عہد دہشت اور رعب کو خاطر میں لائے بغیر اپنا راستہ بناتا رہے گا۔

دشمن نے اپنی پوری توانائیاں اسی بات پر صرف کر دی تھیں کہ امام حسینؑ سے وفاداری ختم ہو جائے، ورنہ امامؑ کے خلاف عمر سعد کو اتنا لشکر لانے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ جابر اور اس جیسے دیگر اصحاب نے جو وفاداری دکھائی تھی اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔ وہ عشق سے لبریز وفاداری جس نے امامؑ اور ان کے اصحاب کو ساری تاریخ کے لیے حقیقی دینداری کی نشانی بنا دیا ہے۔ دراصل حسینی عہد، چہلم کے ذریعے محفوظ ہوا ہے۔ آج جو ہم چہلم کی اس رسم کو دہرا رہے ہیں، یعنی یا حسینؑ آپ ہمیشہ حق ہیں اور ہم حق کے ساتھ اپنا رابطہ استوار کر کے حق کے ساتھ ایک ہونا چاہتے ہیں اور حق سے وفاداری کا دامن کبھی نہیں چھوڑیں گے، زمانے کی گزر اوقات اور یزیدی تشہیر مہم یا شور شرابہ ہمارا آپ سے ناطہ نہیں توڑ سکتا۔ ہر سال چہلم منانا جیسے کہ امام صادقؑ نے زیارت اربعین میں ہمیں سکھایا ہے اور اس زیارت کے توسط سے امام حسینؑ سے اپنے عہد کا اظہار کرنا، آج کی اس تاریخ میں جب جدیدیت روحوں کو مسخ کر رہی ہے ایک انتہائی عظیم رابطہ اور گراں بہا گوہر ہے۔

چہلم، مہدوی معاشرے کی جانب حرکت:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کو صرف ایک شخص کی حیثیت سے تصور کرنا اور ماننا انتہائی افسوس ناک اور بہت بڑا ظلم ہے، اس طرح کی فکر محدود اور عامیانہ فکر ہے جو اس حقیقت سے بے بہرہ ہے کہ حضرت امام مہدی عج ایسی حقیقت ہیں کہ تمام عالم ان کے حضور سر بہ سجود ہے اور وہ

پورے عالم کے لیے خداوند کے فیض کا واسطہ ہیں۔ ہم جتنا ان کی طرف قدم بڑھاتے ہیں، ان کا ظہور ہمارے لیے شدید تر ہوتا جاتا ہے۔ اس مغربی پستی اور گمراہیوں سے لبریز دنیاوی تعلقات اور شرائط میں یہ امام مہدی عج کا ظہور اور حضور ہے جو ہر بار ایک نہ ایک انداز میں جلوہ گر ہو کر ہمیں اتحاد اور وحدت اور باہمی حجت کی حقیقی وادی میں دھکیل دیتا ہے۔ یہ امام مہدی عج کا ظہور و حضور ہی ہے جو چہلم کی صورت میں دو کروڑ انسانوں کو ایک دل کر کے جلوہ گر ہوتا ہے۔

آئمہ طاہرینؑ نے زیارتِ اربعین میں اس موضوع پر بہترین انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اس زیارت کو ہم یوں شروع کرتے ہیں:

السَّلامُ عَلی وَلِیّ الله وَ حَبیبِہ۔

سلام ہو ولی خدا اور اس کے حبیب پر۔

یہ سلام یعنی امامؑ سے اپنی محبت اور احترام کا اظہار یعنی امام حسینؑ بن علیؑ ابھی بھی زندہ ہیں اور خداوند متعال کے حبیب اور ولی ہیں نہ یزید اور یزیدی لشکر!۔ ابھی تک ہمارے دل خدا کے ولی اور حبیب پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور پوری تاریخ میں یزیدی پراپیگنڈا ہمیں اپنا شکار نہیں بنا سکا۔ آپ کے سامنے کئی ایسے افراد آئے ہوں گے جو ایک چھوٹے سے مسئلے یا مشکل کی بنا پر اپنے امامؑ، اسلام، انقلاب اور اقدار کی نسبت کیے ہوئے عہد اور ذمہ داریوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ایسے افراد کیونکہ تشیع کا معنی سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں اسلیے دشمن کے پراپیگنڈے اور شور شرابے کی تیزی کی بنا پر اپنے امام اور اسلام سے رابطہ اور ناطہ توڑ لیتے ہیں۔ ایسے افراد دراصل نہ حق کے وفادار ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کے عہد کے پابند ہوتے ہیں بلکہ زمانے کے اسیر ہوتے ہیں۔ ایسے بے اصول افراد جن کی معرفت مکمل نہیں ہوتی ہر مخالف ہوا سے کانپ اٹھتے ہیں کیونکہ ان کی مضبوط بنیاد نہیں ہوتی۔ مومن انسان کی بنیاد حق پر قائم ہوتی ہے اس لیے زمانے کا شور وغل ان کے ارادوں کو کمزور نہیں کر سکتا، مثلاً رضا خان (ایرانی شاہ) نے جب عورتوں کے سروں سے چادریں کھینچ لینے کا حکم دیا، تو جو چہلم کی رسم سے نا آشنا تھے انہوں نے فوراً چادریں اتار دیں تھیں۔ زمانے کے تقاضے کے نام پر اپنی اصلیت سے ہاتھ دھو بیٹھے اور رضا خان کی غیر

انسانی اور غیر الٰہی حکومت کے رنگ میں رنگے گئے۔لیکن باقی عوام نے ایسا قدم نہیں اٹھایا کیونکہ چہلم کے تقاضوں نے انہیں کچھ اور سکھایا تھا اور وہ الٰہی عہد پر پایداری سے ڈٹ جانا ہے، جو امام معصومؑ سے عقیدت اور احترام کے اعلان سے حاصل ہوتی ہے۔اسی لیے زیارتِ اربعین میں آگے چل کر کہتے ہیں:

السَّلامُ عَلى خَليلِ الله وَ نَجيبِه۔

سلام ہو خلیل خدا پر اور اسکے نجیب پر۔

یعنی سلام ہو آپ پر جس نے خدا کے لیے اپنے آپ کو ہر خود خواہی سے مبرّا کرلیا تھا اور سلام ہو خدا کے نجیب بندہ پر کہ جس نے خداوند کے روبرو کسی قسم کی سرکشی نہ کی۔اپنے امام سے دلی رابطے کے ذریعے اس سلام کو عملی کیا جاسکتا ہے، اور اپنے راستے اور ارادے کو امام حسینؑ کے ساتھ عقیدت اور احترام کا اظہار کر کے ان کی طرف موڑ سکتے ہیں۔اس محبت اور عقیدت سے فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔انسان کے لیے جو بھی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے وہ اپنی روح کو امام معصومؑ کی طرف متوجہ کرنے سے ہاتھ آتا ہے۔اس امام کی طرف جن کا نور آج کی معاویہ صفت اموی ثقافت محو کرنے کے درپے ہے۔یہ آپ ہیں جو ان کے حضور کھڑے ہیں اور اس تمام شور شرابے کے برخلاف ان سے محو گفتگو ہیں اور کہتے ہیں:

السَّلامُ عَلى صَفِيِّ الله وَ ابْنِ صَفِيِّه، السَّلامُ عَلَى الْحُسَيْنِ الشَّهيد۔

یعنی سلام ہو خداوند کے انتخاب کے گئے اور خدا کے منتخب کئے ہوئے کی اولاد پر، سلام ہو شہید حسینؑ پر۔

یہاں توجہ کریں کہ ایسا دل جس کی اپنے امام کی طرف ہمیشہ توجہ رہتی ہے اس توجہ کی بنا پر اسے کتنے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔یہ سلام اور یہ عہد زمانے کے حالات اور شرائط کو ہم پر مسلط نہیں ہونے دیتا۔حضرت ابا عبداللہؑ سے کیا گیا عہد دراصل خدا کے ساتھ کیا ہوا عہد ہے۔وہ عہد جو ''عھدِ الَسْت'' میں ہم نے خداوند سے کیا ہے۔جو بھی آئمہ طاہرینؑ، اسلام اور اقدار سے مربوط اپنے وعدے کو توڑتا ہے تو جان لے اس نے اپنے آپ سے منہ موڑا ہے، اپنے آپ سے وعدہ

توڑا ہے اور جان لے کہ وہ خود کو ہار بیٹھا ہے۔ قرآن ایسے افراد کے بارے میں فرماتا ہے:

"وَ كانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيم" [سوره واقعہ: ۴۶]

اور یہ لوگ اتنے بڑے عظیم گناہ (عہد شکنی) پر اصرار کرتے ہیں۔

یہ زیارتیں اور سلام انسان کی اصلیت کو زندہ کرتی ہیں تا کہ اپنی اصلیت سے علیحدہ نہ ہو اور امامؑ کے ساتھ اپنے عہد کو نہ توڑے۔

شہید اور مظلوم امامؑ کے ساتھ رابطہ برقرار کرنا یعنی اپنے نفس کے لیے ایک مقدس ذات کی طرف دروازہ کھولنا جس کے ذریعے وہ روحانی حیات کو پا کر بڑی آسانی سے بدنی زندگی سے عبور کر جاتا ہے۔ اس حالت میں انسان اپنے آپ سے لاتعلق نہیں رہتا کہ زمانہ جس طرح چاہے اسے ویسا بنا ڈالے اور اس کی حقیقی کمال تک پہنچنے کی امیدوں پر پانی پھیر دے۔ واقعاً ایسے مظلوم شہید سے عقیدت اور احترام روزمرہ زندگی کی بھاگ دوڑ میں دبی انسانی حیات کے سلگتے شعلوں کو کسی طرح عظیم اور روشن مشعل میں بدل دیتی ہے تا کہ اپنی تقدیر اپنے ہاتھوں سے بنانے میں اپنا صحیح کردار ادا کرے۔

چہلم، شجاعت کے تسلسل کا مکتب:

امام حسینؑ کی تحریک دلوں کو متحرک کرنے والی تحریک ہے اور یہی ایسا ٹھکانہ ہے جہاں سے امامؑ کو سلام پیش کرتے ہیں اور ان مشکلات کو یاد کرتے ہیں جو امامؑ پر مسلط کی گئی تھیں۔ یزیدیوں نے یہ سمجھا تھا کہ ہم نے اپنا بھرپور زور دکھایا ہے لیکن ان کے اس زور اور دبدبے کے پراپیگنڈے سے صرف وہی مرعوب ہوئے تھے جو حسینیؑ نہ تھے۔ حسینیؑ عقیدہ یہ ہے کہ جو بھی حق کے ہمراہ ظلم کے مقابلے میں اٹھے، وہ کامیاب ہے۔ جو کوئی حسینیؑ عقیدے اور شہادت کی ثقافت کے ہمراہ ظلم سے مقابلے میں کامیابی سے خوف میں مبتلا ہو تو دراصل نہ تو وہ نقصان کو سمجھ پایا ہے اور نہ ہی فائدے کو۔ بلکہ اس کا پورا وجود نقصان ہی نقصان ہے۔

امریکی طاقت کو بڑا سمجھنا ان کے لیے ہے جن کے پاس امام حسینؑ نہیں ہیں۔ ورنہ جس نے امام حسینؑ کو اپنا دل دے دیا ہو تو اس کی نظر میں امریکہ اور دنیا دار ذرا بھر اہمیت نہیں رکھتے۔ یہاں سے پتا چلتا ہے کہ کیوں امام حسن عسکریؑ نے فرمایا تھا کہ چہلم مومن کی نشانی ہے۔ پس کوئی بھی دل صرف ایمان کا دعویٰ کرنے سے کفر و نفاق کی تشہیراتی ثقافت میں حق اور سچائی کا وفادار نہیں رہ سکتا۔

خداوند متعال نے ساری اچھائیاں ائمہ طاہرینؑ کے لیے قرار دی ہیں اور انہیں ان کے اخلاص کی وجہ سے انتخاب کیا ہے۔ البتہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں کہ آئمہ معصومینؑ کے اس مقام کی طرف متوجہ ہو تاکہ اپنی زندگی ان کی تعلیمات کے مطابق گزارے، لیکن شیعہ چہلم پر اس مقام اور روحانی مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اور اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس میدان میں جہاں عاشورا کو گزرے ابھی چالیس دن ہوئے ہیں، امام معصومؑ سے اپنی وفاداری کا اعلان کرنے پہنچ جاتا ہے۔ یعنی عاشورا کے دن بدنوں کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھتا ہے، یزیدی حکومت کا عاشورا کے بعد اس بربریت پر جشن شور و غل سنتا ہے، اس رعب اور دہشت کو جو حکومت نے طاری کر رکھی ہے اس کا احساس کرتا ہے، الزاموں اور تہمتوں کو سنتا ہے، ان سب کے باوجود چالیس دن بعد حق کو باطل سے تمیز دیتا ہے اور پھر بھی امام حسینؑ اور حق کے محاذ پر وفاداری سے ڈٹا ہوا ہے۔ پھر بھی امام حسینؑ کو اپنا ہادی، امام، رہنما اور سرور مانتا ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ خدایا تو نے انبیاء کا وارث اسی امام کو بنایا ہے اور ہم اس سارے رعب اور دہشت اور تہمتوں کے باوجود امام حسینؑ کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے اور ان کا دفاع کرنے کی جرأت رکھتے ہیں۔ دراصل چہلم منانا، جرأت اور شجاعت کے ایسے مکتب کا تسلسل ہے۔

جن انسانوں کو دنیا کی چکا چوند اپنی طرف لبھا نہیں سکتی وہ اپنے اندر کی روحانیت میں مگن ہوتے ہیں اور ان کے لیے عالم غیب اور روحانی عالم کے راستے کھل جاتے ہیں۔ تو ایسے افراد کس طرح اس معصوم امامؑ کی طرف جو تمام حقائق کے مظہر ہیں، متوجہ نہ ہوں اور دنیا داروں کی سوچ اور

وسوسے ان کے دلوں کو اپنے حقیقی مقام سے منحرف کر سکتے ہیں؟ امام تمام جہتوں سے، چاہے موجود ہوں یا شہید ہوں، بے کراں روحانی جہاں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور انسان کے اندر روحانیت کو اس کے لیے نمایاں کرتے ہیں۔ اور یہ وہ حالت ہے کہ انسان اپنے آپ کو حقیقتاً سمجھ پاتا ہے، اپنے کمال کے مراحل کو سمجھتا ہے اور انسان اپنے آپ کو چہلم کی رسم ادا کرتے ہوئے اس طرح سے سمجھتا ہے کہ اس بناء پر یزید کی طرف پشت کرتا ہے، ہر یزید کی طرف ہر زمانے میں۔

امام حسینؑ کی کامیابی کا معنی:

امام سے تعلق کے ذریعے انسان اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ اس کے اغراض و مقاصد میں سے وہ مقصد جو امام کی راہ سے ہٹ کر ہو وہ اس کی اساس اور بنیاد نہیں ہے۔ اتنا زمانہ بیتنے کے باوجود امام حسینؑ اس عالم میں خداوند کی حجت ہیں اور یزید اور یزیدی تاریخ میں شکست خوردہ ہیں۔ یہی حقیقی اور اصلی کامیابی ہے۔ وہ تحلیلیں غیر شیعہ اور چہلم کی رسم سے ہٹ کر ہیں جو کہتی ہیں حضرت علیؑ اور امام حسینؑ نے ناکامی کا منہ دیکھا ہے اور کہتے ہیں اگر حضرت علیؑ حق ہیں تو معاویہ پر کامیاب کیوں نہ ہوئے اور اگر امام حسینؑ حق تھے تو یزید انہیں کیونکر شکست دے گیا؟ ایسے افراد کامیابی اور شکست کو سمجھ ہی نہیں پائے۔ امیر المومنین علیؑ نے تو اپنی تمام تر عظمت کے ساتھ، اعلیٰ ترین اقدار پر فائز ہوتے ہوئے، انسانیت کا حقیقی چہرہ نمایاں کیا تھا اور معاویہ نے اپنی تمام تر پستی کی نمائش کی تھی۔ یوں جنہیں امام علی علیہ السلام کی معاویہ پر فتح اور امام حسین علیہ السلام کی یزید پر فتح نظر نہیں آتی ان کے بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں انہیں زندگی کے حقیق معنی کا ہی صحیح ادراک نہیں ہے۔

دنیا میں رائج مباحث میں سے ایک یہ ہے کہ کیوں بعض مذہبی افراد، حتی بسا اوقات جنہوں نے دینی کتابیں بھی لکھی ہوئی ہیں، ایک دم سے حق سے منہ موڑ لیتے ہیں اور تھالی کے بینگن

کی طرح اپنا رخ موڑ لیتے ہیں۔ ہمارے خیال میں زمانے کا مکر و فریب ان پر حاوی ہو جاتا ہے اور زمانے کے حالات اور فریب کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنا دین کنارے لگا دیتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہ زمانے کی ہوا کے رخ پر چلنا خود ان کی زندگی کو ہی دو بھر کر دیتا ہے۔ آپ نے بعض تنظیمی یا انقلابی افراد کو دیکھا ہوگا کہ ایک عرصہ تک تنظیمی اور انقلابی سرگرمیوں میں مشغول رہنے کے بعد ان کاموں سے الگ تھلگ ہو جاتے ہیں، ایسے لوگ دراصل اس وقت بھی جب تنظیمیا انقلاب کے ہمراہ تھے تو تنظیم یا انقلاب کو حق سمجھ کر نہیں تھے بلکہ اپنے اردگرد کے حالات اور ماحول کی وجہ سے تنظیمی یا انقلابی تھے، یعنی اس عرصے میں چلتی غالب ہوا کے ہمراہ تھے۔ ایسے لوگ زمانے کی گمراہیوں سے نجات پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ حسینیؑ نہیں ہیں۔ چہلم کی رسم ہمیں ہمیشہ یہ سکھاتی ہے کہ حق، ہمیشہ حق ہے اور آپ نے حق کا وفادار رہنا ہے حتیٰ کہ اگر سارے معاشرے پر یزیدی ماحول ہی غالب کیوں نہ ہو جائے، اور اسی راہ میں جان ہی کیوں نہ دینی پڑ جائے، پھر بھی حق کے وفادار رہیں، یہ حق کے ساتھ وفاداری ہے جو آپ کو نجات دیتی ہے۔

جب ہم ایک ایسے زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہوں کہ جو جدیدیت کی ثقافت (ماڈرن ثقافت) کے زیر سایہ ہے اور ہمیں اس تمدن کے لرزنے کا احساس نہ ہو رہا ہو، تو بڑا سخت ہے کہ ہم عصر حاضر میں چہلم کی اس رسم نے جو تاریخی طور پر ہمیں حاضر ہونے کا موقع فراہم کیا ہے اس کو سمجھ سکیں یا ہمارے لئے سودمند ثابت ہو۔ اس کے لیے ہمیں زمانے کے حالات سے بغاوت کرتے ہوئے عصر حاضر میں چہلم کی ذات میں موجود حرکت دینے والے پوشیدہ وسائل پر سوچنا پڑے گا اور اسی جدیدیت کی ثقافت سے آگے کے مستقبل کو جو طلوع ہو رہا ہے پر نگاہ رکھنی ہوگی۔ گو کہ اس دنیا میں جہاں تمام تعلقات جدیدیت کی ثقافت کے زیر اثر ہی معنیٰ پیدا کرتے ہیں، ہم اجنبی ٹھہریں گے، لیکن ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ جدیدیت میں غرق ہونے کے سوا اس کے مد مقابل اور کوئی راہ موجود نہیں ہے۔

کربلا! عشق کی دل نواز سرحدوں میں بسیرا:

اگر ہم یہ مان لیں کہ انسان کی زندگی کا اصل پہلو آئیڈیل لوگ ہوتے ہیں تو ہم امام حسینؑ اور انکی حکمت عملی کے علاوہ کسی اور چیز سے دل نہ لگائیں گے کیونکہ ہمیں پتہ ہے کہ اگر ہم نے دل لگایا تو گویا ہم نے حقیقت سے ہٹ کر کسی دوسری چیز سے دل لگا لیا ہے۔ اسی لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیتؑ کی محبت پر تاکید فرمائی۔ واقعہ کربلا کا اصلی راز بھی اسی محبت میں پوشیدہ ہے جیسا کہ امام حسینؑ کے اصحاب نے عمل کر کے دکھایا۔

اگر ہم قرآنی نصیحت

"قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى" (سورہ شوریٰ ۲۳)

کی تصویر کشی کرنا چاہیں تو صرف کربلا میں ہی کر سکتے ہیں اور اگر اس نصیحت کی برکات کو کو دیکھنا چاہیں تو بھی کربلا میں ہی دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی محبت کی بدولت امام حسینؑ کے اصحاب نے دنیا کے پل جو کہ پل صراط ہی کی مانند ہے، کو عبور کر کے آخرت کے راستے پر قدم رکھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَعرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ بَراءَةٌ مِنَ النّارِ، وَ حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوازٌ عَلَى الصِّراطِ، وَ الوِلايَةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ أمانٌ مِنَ العَذابِ

کہ آل محمدؐ کی معرفت آگ سے نجات ہے اور آل محمدؐ کی محبت پل صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ ہے اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت عذاب سے امان ہے۔

اگر ہم کربلا کے پوشیدہ پردوں کو اٹھائیں تو اسکی تہہ میں ہمیں وہی محبت نظر آئے گی جو امام حسینؑ کے اصحاب کو آپؑ سے تھی۔ انہوں نے محبوب کی خواہش کو اپنی خواہشوں پر ترجیح دی اور امام علیہ السلام کے سامنے اپنے ایمان کو اسطرح دہرایا "اِنّی سِلمٌ لِمَن سالمکم وَحربٌ لِمَن حاربکُم"۔ اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارا اپنا کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے وہ آپ اہل بیتؑ کے لیے ہے۔

آج چہلم میں شرکت کرنے والوں کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی اس عشق اور محبت کی تلاش میں ہیں جو اصحاب امام حسینؑ کے دلوں میں تھی کیونکہ آج اربعین پیدل چلنے والے یہ سمجھ چکے ہیں کہ ان کا زمانہ بھی وہی زمانہ ہے جو امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کا تھا۔ لہٰذا امام

حسینؑ کے زوار اور خدمت کار ایک دوسرے کی نسبت انتہائی درجے کا ایثار رکھتے ہیں کیونکہ سب جانتے ہیں کہ اس دور میں ان کے کاندھوں پر ایک تاریخی ذمہ داری ہے جسے وہ امام حسینؑ اور ان کے چاہنے والوں سے محبت کر کے پورا کر سکتے ہیں۔

شیعوں کی کربلا کے لئے کشش کا راز جسے ہر کوئی جاننا چاہتا ہے وہ امام حسینؑ کی محبت میں پوشیدہ ہے۔وہی امام جو کربلا میں تمام بشریت کا نمائندہ بن کر آتے ہیں تاکہ انسان اپنے آپ کو گم نہ کرے۔کربلا کو پانے کے لیے ایسے شعور کی ضرورت ہے جو صرف محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ امام حسینؑ نے اسی محبت کو آشکار کرنے کے لیے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتے تھے تاکہ ہم کربلا میں ایثار اور محبت کے مظہر کا نظارہ کرتے ہوئے واقعی طور پر دین داری کی منزل میں داخل ہوسکیں۔

اسی طرح جیسے امام باقرؑ فرماتے ہیں:

" هَلِ الدِّينُ إِلَّا الْحُبُّ "

کیا دین سوائے محبت کے کوئی اور چیز ہے؟ یہاں تک کہ فرمایا:

" الدِّينُ هُوَ الْحُبُّ وَ الْحُبُّ هُوَ الدِّين "

دین وہی محبت ہے اور محبت وہی دین ہے۔(بحار الانوار، ج ۶۶ ص ۲۳۸)

کربلا عشقِ حسینؑ کی دل نواز سرحدوں میں بسیرا اور طاغوت سے نفرت کا نام ہے۔طاغوت چاہے جس زمانے اور شکل میں ہو اس سے نفرت کرنا۔یہ ہے زندگی اور زندگی گزارنا اور کربلا کو اپنانا اور کربلا کو لازوال سمجھنا اور کربلا میں امر الٰہی کو امام علیہ السلام کے قول اور فعل میں کی شفاف ترین انداز میں دیکھنا تاکہ کبھی بھی یزید حق و باطل کا معیار نہ بن پائے۔

شیعوں کی چہلم حسینیؑ میں تاریخ ساز شرکت کے حوالے سے چند نکات پر اپنی بحث ختم کرتے ہیں۔

۱۔ہمارے کچھ کام مغربی ثقافت سے متاثر ہیں اور یہ چیز ہمارے لیے مشکل کا باعث بنی ہوئی ہے۔اگر ہم مغربی طرز زندگی سے بڑھ کر ان کاموں پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ بہت سارے کام انتہائی ثانوی نوعیت کے ہیں۔جبکہ ہمارا اصلی کام شیعیّت کے نور کو پوری طرح سے دنیا کو

دیکھانا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے آپ سے یہ پوچھنا ہوگا کہ ہم کیا انداز اپنائیں کہ وہ انداز سچائی پر مبنی ہو؟

۲۔ ہمیشہ سے اسلام کے دشمنوں کی کوشش رہی ہے کہ اربعین کو محو کر دیں جبکہ آئمہ طاہرینؑ کی تاکید یہ ہے کہ اربعین زندہ رہے۔ لہٰذا شیعوں کو اسلام کی بقاء کے لیے اپنی توجہ اربعین پر مرکوز رکھنی ہوگی تاکہ اسلام کی بقاء کے اس اہم ترین عامل سے غافل نہ ہو۔

۳۔ ہمارے دور میں خداوند متعال کے ارادے سے ایک روحانی فضاء جاری ہونے والی ہے جسکے آثار لوگوں کی حرکات وسکنات سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ ہمیں اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم موثر ثابت ہوں۔ حالات یہ بتا رہے ہیں بے دینی کا زمانہ گزر چکا ہے اور آنے والی تاریخ کو دین دار لوگ تشکیل دیں گے جن کا طرز فکر مغربی روشن فکری کے بجائے انبیاء کی سوچ پر ہوگا اور انبیاءؑ کا مطمع نظر عوام رہے ہیں۔

۴۔ نئی تشکیل پانے والی تاریخ میں شامل ہونا، اس خاص الٰہی ارادے میں شامل ہونا ہے، تاکہ مغربی ثقافت کی طرف سے مسلط کردہ کھوکھلے پن سے آزاد ہوں۔ اس کے نتیجے میں ہم زمانے سے پہلے اس تاریخ میں شامل ہو جائیں گے۔ جس طرح امام خمینی بین الاقوامی اداروں سے مایوس ہوئے تو انہوں نے آئندہ کی تاریخ میں اسلام کی شمولیت کے لئے عوام پر بھروسہ کیا۔ یہ ایک طرح کی فعّال شمولیت ہے اس تاریخ میں جو شروع ہو چکی ہے۔

۵۔ ہمیں سمجھنا ہوگا کہ لوگوں کے دل ان چہلموں میں کون سی تاریخ کی جانب اشارہ کر رہے ہیں، تاکہ بے تاریخی کا شکار نہ ہوں۔ اس وقت کہا جا سکتا ہے، شیعوں کا کروڑوں کی تعداد میں چہلم میں شریک ہونا، باقی اقوام سے جلد، اپنی چند سالہ سرگردانی کا محاسبہ ہے تاکہ حق سے اپنی سالوں کی غفلت کا ازالہ کر سکیں۔

۶۔ دشمن یہ سمجھ رہا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کو عاشورا کے دن شہید کر کے کربلا میں دفن کر دے گا، لیکن خود امام حسینؑ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ تاریخ میں کیسا کام انجام دینے والے

ہیں ۔لہذا آپؑ نے اس دن عمر بن سعد کے لشکر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ ایْمُ اللَّهِ لَا تَلْبَثُونَ بَعْدَهَا إِلَّا كَرَيْثِ مَا يُرْكَبُ الْفَرَسُ حَتَّى تَدُورَ بِكُمْ دَوْرَ الرَّحَى وَ تَقْلَقُ بِكُمْ قَلَقَ الْمِحْوَرِ؛"

خدا کی قسم تمھیں ایک گھڑسوار کے سوار ہونے اور اترنے جتنی بھی مہلت نہ ملے گی یہاں تک کہ زمانے کی چکی تمھیں اپنے پہیوں کے نیچے کچل کر رکھ دے"۔(اللھوف علی قتلی الطفوف،سید ابن طاؤس،ص ۹۹)

پھر آپؑ نے حضرت زینبؑ کو خبر دی کہ آپ باعزت طور پر اپنے وطن لوٹیں گی۔کربلا کا واقعہ ظاہری طور پر ہمیں کچھ اور دکھاتا ہے لیکن عالم غیب میں سبز خط کے ساتھ اسکی حقیقت کچھ اور تھی۔

ہلال ابن نافع کہتا ہے:

إِنِّي كُنْتُ وَاقِفاً مَعَ أَصْحَابِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ لَعَنَهُ اللَّهُ إِذْ صَرَخَ صَارِخٌ أَبْشِرْ أَيُّهَا الْأَمِيرُ فَهَذَا شِمْرٌ قَتَلَ الْحُسَيْنَؑ قَالَ فَخَرَجْتُ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ فَوَقَفْتُ عَلَيْهِ وَ إِنَّهُ لَيَجُودُ بِنَفْسِهِ فَوَ اللَّهِ مَا رَأَيْتُ قَطُّ قَتِيلًا مُضَمَّخاً بِدَمِهِ أَحْسَنَ مِنْهُ وَ لَا أَنْوَرَ وَجْهاً وَ لَقَدْ شَغَلَنِي نُورُ وَجْهِهِ وَ جَمَالُ هَيْئَتِهِ عَنِ الْفِكْرَةِ فِي قَتْلِه؛"

میں عمر بن سعد کے سپاہیوں سے ساتھ کھڑا تھا کہ اچانک ایک شخص نے آواز دی"اے امیر! خوشخبری سنو کہ شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا ہے"۔ہلال کہتا ہے کہ میں لشکر سے باہر نکلا اور دو قطاروں کے درمیان حسینؑ کے سرہانے پہنچا۔اس وقت انکی جان نکل رہی تھی۔خدا کی قسم میں نے خون میں غلطاں کسی کو اسطرح نورانی چہرے کے ساتھ نہیں دیکھا۔میں اس نورانی چہرے اور ان کے جمال میں اس قدر محو ہو گیا کہ مجھے خبر ہی نہ ہوئی کہ انہوں نے کیسے امام حسینؑ کو شہید کیا"۔(اللھوف علی قتلی الطفوف،سید ابن طاؤس،ص ۱۲۸)

حضرت سید الشہداء اپنے آپ کو اس قدر کامیاب و کامران محسوس کر رہے تھے کہ نہ صرف اپنے زخموں اور تلواروں کو اس عظیم کامیابی کے مقابلے میں ہیچ سمجھ رہے تھے بلکہ جو تلوار آپ کے سر مبارک کو تن سے جدا کر رہی تھی اسے بھی اہمیت نہیں دے رہے تھے۔

اس موقع پر امام حسینؑ کی خوشی کا ذکر جن مؤرخین نے کیا ہے ان میں سے ایک خوارزمی ہے جو مقتل الحسینؑ میں لکھتا ہے: ''جب شمر آپؑ کے سینہ مبارک پر سوار ہوا اور آپؑ کی ریش مبارک کو ہاتھ میں لے کر قتل کے ارادے سے نعرہ بلند کیا تو امام حسینؑ مسکرائے اور فرمایا: کیا مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ کیا مجھے جانتے ہو؟'' (مقتل الحسینؑ، خوارزمی، ص ۳۹ تا ۴۲، کتاب ''امام حسینؑ'' سے منقول، محمد جعفر طبسی، ترجمہ عبدالحسین بینش، ص ۳۸۱)

اسکا مطلب ہے کہ امام حسینؑ کے لئے مستقبل کا افق روشن تھا اور وہ جانتے تھے کہ بشریت کے لیے انہوں نے کیسا راستہ کھولا ہے۔ وہ راستہ جس پر آج ہم چہلم منانے سے چل اٹھتے ہیں۔

۷۔ حسینی چہلم کا حماسہ اور امام حسینؑ کے مقدس مقاصد سے وفادار اور یزیدی ثقافت کی طرف پشت کرنے پر ڈٹے ہوئے دو کروڑ انسانوں کی شرکت، یہ خبر دے رہی ہے کہ شیعیت کی ایک پہچان ابھر رہی ہے۔ جو عوام کے میدان میں حاضر ہونے کی بنیاد پر بڑے بہترین انداز سے استعماری حدود کو عبور کر جائے گی۔ اس نوعیت کا حاضر ہونا انسانوں کے اس ٹھاٹھے مارتے سمندر میں موجود ایک ایک شخص پر بڑے گہرے اور دور رس اثرات مرتب کرے گا اور ہر ایک اپنے آپ کو خود ایک انسانی تمدن تشکیل دینے والا سمندر محسوس کرے گا۔

چہلم حسینیؑ کے حماسے سے شیعہ تہذیب و تمدن کے ایسے انداز و اطوار سامنے آرہے ہیں جو مغربی ثقافت کبھی بھی نہیں دیکھ سکتی۔ وہ خواتین و حضرات جو بڑے سادہ انداز میں اس جم غفیر میں اپنے آپ کو غرق کر دیتے ہیں، تا کہ ان کی انانیت میں کچھ بھی باقی نہ رہے، ان سے لے کر حسینیؑ زواروں کے خدمت گاروں تک جو اپنی عاجزانہ استطاعت کے مطابق زواروں کی خدمت میں مصروف ہوتے ہیں، سب کے سب دینی طرز زندگی کے اہداف کو آشکار کرنے میں مگن ہیں۔ زوار اور خدمت کار اپنے ان اہداف کے ذریعے امام حسین علیہ السلام کے ایثار کے نمونے اس واقعے میں آشکار کرنا چاہتے ہیں اپنے اسی ایثار اور قربانی سے امام حسین علیہ السلام کے نزدیک ہونا چاہتے ہیں اور اپنا اپنا حسینی کردار تاریخ کے اس مرحلے میں ادا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ

کردار جسے جدید ثقافت سمجھنے اور درک کرنے کی توانائی نہیں رکھتی، اور اس کوشش مین ہے کہ اسے دیکھے بھی نہیں۔

۹۔شہدائے کربلا اسلام کی عالمی حکمرانی چاہتے تھے، بشریت کی جہالت اور گمراہی کی حیرت سے نجات کے آرزومند تھے۔(زیارتِ اربعین میں ہم اظہار کرتے ہیں:

السَّلَامُ عَلَى وَلِيِّ اللَّهِ وَ حَبِيبِهِ "

یہاں تک کہ کہتے ہیں:

وَ بَذَلَ مُهْجَتَهُ فِيكَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبَادَكَ مِنَ الْجَهَالَةِ وَ حَيْرَةِ الضَّلَالَةِ "

خداوند سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: اس امام پر سلام ہو جس نے تیرے راستے میں اپنے خون کو بہایا تاکہ تیرے بندوں کو جہالت اور گمراہی سے نکلیں اور اپنے آپکو پالیں") آج اربعین حسینیؑ کے حماسے میں وہی ہدف میدان میں ہے۔تاکہ کروڑوں کے اکٹھ سے پتہ چلے کہ شیعہ مقدس ترین تمدن کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے ساتھ کس قدر تمدن تشکیل دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ایسا تمدن جو جہالت اور گمراہی والے تمدن کے مدمقابل ہے۔

۱۰۔یزیدیوں کی طرف سے وجود میں لائے تمام تر خطروں کے باوجود چہلمِ حسینیؑ میں پیدل زیارت کے لئے جانا شیعوں کے راہ حسینؑ پر باقی رہنے کے عظیم عزم کی بہتر انداز میں نشاندہی کرتا ہے۔ہر شیعہ جانتا ہے کہ اسے ہر قدم کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور ایک گناہ محو ہو جائے گا

" وَ رَفَعَ لَهُ درجَةً "

اور اسکی معنوی شخصیت کا ایک درجہ بلند ہو جائے گا کیونکہ وہ ایسے عالم میں داخل ہوتا ہے جسے حسینؑ کے عشق نے ایجاد کیا ہے۔

۱۱۔جیسا کہ امام حسن عسکریؑ نے ایک شیعہ کے شیعہ ہونے اور اس کی شخصیت کے مستحکم ہونے کو چہلم کی زیارت قرار دیا ہے اور باقی آئمہ طاہرینؑ نے بھی اس زیارت کو پیدل چل کر انجام دینے پر تاکید فرمائی ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام حسینؑ سے عقیدت اور عاشورا کی ثقافت کے ضمن میں ایک حماسے نے ظہور کرنا ہے۔اس ہدف کے

بہترین طریقے سے پورے ہونے کے لئے عصر حاضر میں شرائط پوری طرح سے مہیا ہیں۔تا کہ انسان حق کے ساتھ اپنے عہد کی طرف پلٹیں اور ان کی اصلی توانائیاں ظاہر ہوں اور دنیا فکر کی طاقت پیدا کرے۔

سلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

حیات طیبہ
جدید اسلامی تمدن کا احیاء